پاکستان کے مسیحی اور اُن کے عزائم

اسلامی مشن سنت نگر
لاھور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

تمہید

جہاں سائنس اور فلسفہ اس حقیقت کو تسلیم کر رہا ہے کہ اس کائنات کا وجود میں آنا ایک خالق یکتا کا مرہون منت ہے۔ وہاں اس ملک میں جس کی بنیاد لاالہ الا اللہ پر رکھی گئی تھی۔ خدائے واحد کے بجائے تین (۳) خداؤں کو پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ کون کر رہا ہے؟ یہ وہ طبقہ تثلیث پرستوں کا ہے جو کہ عرف عام میں مسیحی یا عیسائی کہلاتے ہیں اور یورپ اور امریکہ بن بلائے مشنریوں کی شکل میں پاکستان کو برآمد کر رہے ہیں مگر مسلمان عوام ان کی حرکات اور سرگرمیوں سے یکسر غافل ہیں۔ یہ مشنری بیرونی سرمایہ کی مدد سے یہاں پاکستان کے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں پر عالیشان بنگلے آراستہ کرتے ہیں جہاں پر جدید عیسائیت کے پردے میں سازشیں کی جاتی ہیں کہ کس طرح علمبرداران توحید کو گمراہ کر کے مرتد بنایا جائے۔

خیال رہے تثلیث توحید کی ضد ہے

پاکستان میں عیسائی مشنری دن رات اپنی تثلیث کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ اپنے مدرسوں ہسپتالوں اور کارسپانڈنس سکولوں کے ذریعے اس عقیدہ کو پھیلا رہے ہیں اس تبلیغ پر کروڑوں روپے خرچ کیے جا رہے ہیں اور یہ تمام روپیہ بیرونی ممالک سے آرہا ہے۔ پاکستانی عیسائی بجائے اپنے ملک پر قانع ہونے کے غیرملکوں پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اور ان کے سہارے جیتے ہیں

ان کے مدرسوں اور کانونٹوں میں مسلمان بچوں کے دماغ کی صفائی کی جاتی ہے اور ان کے ہسپتالوں میں مسلمان مریضوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کی خدائی اور نجات دہندہ ہونے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں تازہ ترین واقعہ یہ قابل ذکر ہے

"جسارت کراچی"

۲۴ محرم ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۸۳ء

ہولی فیملی ہسپتال کی نرس کو لالچ دے کر عیسائی بنا لیا گیا۔

کراچی ۱۰ اکتوبر (نمائندہ خصوصی) پاکستان میں مشنری ادارے اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں اس حد تک آگے چلے گئے ہیں کہ انھوں نے کھلے عام مسلمانوں کو عیسائی بنانا شروع کر دیا ہے اور اس سلسلہ میں تحریص و ترغیب کا ہر حربہ آزمایا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں تازہ ترین واقعہ یہ ہے کہ ہولی فیملی ہسپتال راولپنڈی میں کام کرنے والی ایک اسٹاف نرس کو جو ٹیوٹر کے فرائض بھی انجام دیتی ہے عیسائی بنا لیا گیا ہے اور اس ہسپتال کے ذمہ دار حکام نے اسے یہ لالچ دیا ہے کہ آئندہ دسمبر میں اس کی شادی ایک متمول عیسائی سے کروا دی جائے گی۔ باخبر ذرائع کے مطابق راولپنڈی سے تعلق رکھنے والی اس اسٹاف نرس کو جس کا نام رضیہ حسن بتایا گیا ہے۔ اس شخص سے ملاقات بھی کرا دی گئی ہے۔ اس واقعہ سے ہسپتال میں کام کرنے والے مسلمان عملے میں شدید بے چینی پیدا ہو گئی ہے ان کا مطالبہ ہے کہ مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے کے لیے کوئی موثر کارروائی عمل میں لائی جائے۔

اسی طرح سیارہ ڈائجسٹ کے ماہ اگست ۱۹۸۳ء کے شمارہ میں ایک عیسائی مضمون زیر عنوان پاکستان میں مسیحی اقلیت کے مسائل شائع ہوا ہے۔ اس میں حکومت پاکستان اور مسلمانوں کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ طرح طرح کے بے بنیاد الزام لگائے گئے ہیں۔ ناجائز مطالبات کیے گئے ہیں۔ الغرض یہ مضمون سخت اشتعال انگیز ہے۔ ملک کے اکناف واطراف سے اسلامی مشن سے مطالبہ کیا گیا کہ اس کا فوراً جواب دیا جائے میں نے اس کا جواب سیارہ ڈائجسٹ کے مدیر محترم کی خدمت میں روانہ کیا انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ اکتوبر کے شمارہ میں آپ کا جوابی مضمون شائع ہو جائے گا چنانچہ انہوں نے ایفائے عہد کیا۔ اب وہی مضمون بشکریہ "سیارہ ڈائجسٹ" رسالہ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ تاکہ حکومت پاکستان اور اہالیان پاکستان عیسائیوں کے مذموم ارادوں سے واقف ہو جائیں اور ان کی پس پردہ سازشوں کی مدافعت کر سکیں

اختر احسن

پاکستان کے
مسیحی اور اُن کے عزائم

اگست ۱۹۸۲ کے شمارے میں مسیحی صحافی اور شاعر کنول فیروز کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس میں ... کے حضرات کو دعوت خیال دی گئی تھی۔ جناب اختر حسن کا مضمون اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ جو حضرات اس سلسلے میں لکھنا چاہیں، ان سے اختصار کی درخواست ہے۔ ادارہ ممنون ہوگا ——!

مذاکرہ

اختر حسن ایم اے

سیارہ ڈائجسٹ کے اگست ۱۹۸۲ء کے شمارہ میں ایک مسیحی مضمون نگار کنول فیروز کا مضمون زیرِ عنوان "پاکستان میں مسیحی اقلیت کے مسائل" شائع ہوا ہے اس مضمون کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) پہلے صفحات میں مضمون نگار نے حضرت قائدِ اعظم کے ارشادات کے اقتباسات درج کئے ہیں۔ ان کا نچوڑ یہ ہے کہ قائدِ اعظمؒ نے اقلیتوں کو یقین دلایا تھا کہ وہ پاکستان کے پورے شہری ہوں گے۔ ان کو شہریت کے جملہ حقوق حاصل ہوں گے۔ اُن کے مال و جان کی حفاظت کی جائے گی اور ان کو ترقی کے سب مواقع میسر ہوں گے۔

چونکہ مسلمان اور اسلامی حکومت قائدِ اعظمؒ کے ہر فرمان کو واجب الاذعان سمجھتے ہیں اور ان پر عملاً پابند ہونا اپنا فرض گردانتے ہیں اس لیے حکومت اور مسلمانوں نے عیسائیوں اور دیگر اقلیتوں کی پوری حفاظت کی ہے۔ ان کے مال و جان کی نگہداری کی اور ان کو ہر قسم کے ظلم و تشدد سے محفوظ رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان کو وجود میں آئے ۳۶ سال گزر چکے ہیں لیکن اس پاک خطہ میں امن و امان کا یہ حال ہے کہ آج تک یہاں مسلمانوں اور عیسائیوں یا دیگر اقلیتوں میں قطعاً کوئی فساد نہیں ہوا کسی عیسائی کو مسلمانوں نے خواہ مخواہ قتل نہیں کیا۔ شاذ ہی کسی عیسائی کے گھر میں چوری ہوئی ہو۔ یا ڈاکہ مارا گیا ہو۔ حالانکہ مسلمانوں نے آپس میں بے شمار قتل کئے۔ ڈاکے مارے اور چوریاں کیں۔ مگر کیا مجال کسی عیسائی کو بحیثیت عیسائی ذرہ بھر بھی گزند پہنچا ہو۔ جبکہ بالکل ہمسایہ ملک بھارت میں آج تک ایک ہزار سے زائد ہندو مسلم فسادات ہو چکے ہیں اور ہزار ہا مسلمان بے دردی سے بلا جواز شہید کر دیئے گئے۔ جبکہ وہاں لادینی حکومت ہے اگر دل میں انصاف ہے تو مقابلہ کیجئے کہ پاکستان اور ہندوستان میں اقلیتوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں مسلمانوں نے کسی گرجے کو مسمار نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے گرجوں کی حفاظت کی۔ اس کے برعکس بھارت میں ہزار ہا مساجد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ اور تو اور برطانیہ عظمیٰ جو خالص دینی مملکت ہے کیونکہ ملکہ کا سرکاری لقب "ڈیفنڈر آف فیتھ" (محافظِ مذہب) ہے۔ وہاں آئے دن مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کے مکان جلائے جاتے ہیں' دکانیں لوٹی جاتی ہیں۔ ان پر حملے ہوتے ہیں حد یہ کہ مساجد پر بھی حملے ہو رہے ہیں۔ آپ کہیں گے یہ کالے گورے کی بات ہے۔ مگر نہیں۔ اگر ایسی بات ہو تو اپنے مسیحی کالے لوگوں کو کیوں نہیں مارتے؟

کنول فیروز صاحب ٹھنڈے دل سے بتائیں کہ برطانیہ میں

ایک سال کے اندر جس قدر مسلمان قتل ہوئے ہیں مسلم کش فسادات ہوئے ہیں کیا پاکستان کی پوری تاریخ میں کبھی ایک دفعہ بھی ایسا ہوا ہے؟ (خدا کرے کبھی نہ ہو) ہم مسلمان ہیں۔ اپنی اقلیتوں کی حفاظت ہمارا مذہب ہے۔ ہمیں اس پر فخر ہے۔ کنول فیروز صاحب اس کا کھلے دل سے اعتراف کر لیں۔ انصاف اور اخلاق کا یہی تقاضا ہے۔

مسلمانوں نے پاکستان کے حصول کے لیے لاکھوں جانوں کی قربانی دی۔ کہ پاکستان کے لیے مسلمانوں نے اپنی جان اور اپنے مال کو نچھاور کر دیا۔ پھر کہیں وہ پاکستان کو اپنے خون سے آبیاری کر کے قائم رکھ سکے۔

اب ہم عیسائیوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بتلائیں کیا انہوں نے پاکستان کے لیے یہ قربانیاں دیں؟ ان کی کتنی عورتیں اغوا ہوئیں؟ ان کی کتنی جائداد برباد ہوئی۔ ان کے کتنے فرد قتل ہوئے؟ (یہ بات ہم صرف بطور دلیل دریافت کر رہے ہیں) جواب قطعاً نفی میں ہے! من گھڑت حقوق کے لیے واویلا کرنا آسان ہے۔ خود ساختہ مطالبات پیش کرنے مشکل نہیں مگر ان کی بنیاد تو ہونی چاہیے۔ کوئی جواز ہونا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر آرام و سکون اور امن و امان عیسائیوں کو پاکستان میں میسر ہے دنیا کے اور کسی خطے میں حاصل نہیں اور اس پاک سرزمین میں عیسائی مسلمانوں سے زیادہ اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کیوں کہ مسلمان ان کے محافظ ہیں علاوہ ازیں پاکستان کے مسلمانوں کو مشرق اور مغرب دونوں طرف سے خطرہ ہے لیکن عیسائی بالکل مطمئن ہیں۔ پھر یہ بے جا گلے شکوے کیسے؟

(۲) مضمون نگار نے اپنے مضمون کی دوسری بنیاد اپنی مفروضہ آبادی پر رکھی ہے۔ دراصل اُس نے غلط بیانی پر اپنے مطالبات کی عمارت تعمیر کی ہے۔ فیروز صاحب لکھتے ہیں کہ پاکستان میں مسیحیوں کی تعداد ستر لاکھ ہے۔ حالانکہ اس مفروضہ تعداد کو غلط ثابت کرنے کے لیے سعید بن وحید (علیگ) سربراہ انجمن دیندار کراچی نے ایک پمفلٹ شائع کیا لیکن اُس کا جواب دینے کی بجائے عیسائیوں نے خاموش رہنے میں ہی بہتری سمجھی۔ ۱۹۸۱ء میں اسلامی مشن نے ایک اشتہار جاری کیا کہ اگر عیسائی اپنی آبادی ساٹھ لاکھ ہی ثابت کر دیں تو انہیں ایک ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ مگر مجال ہے کہ اب تک کسی عیسائی نے اس چیلنج کو قبول کیا ہو۔ ہم مسٹر کنول سے بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر ان میں ذرہ بھر بھی حق پرستی ہے تو وہ ثابت کریں کہ عیسائیوں کی آبادی ستر لاکھ ہے۔ اگر وہ ثابت کر دیں تو ایک ہزار روپے نقد ان کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔

اب عیسائیوں کی آبادی کی حقیقت کشائی کی جاتی ہے ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد متحدہ پاکستان میں اسی ہزار عیسائی تھے۔

۱۹۵۸ء میں ان کی آبادی ۲۸۸۲۶۳ تھی۔

۱۹۶۸ء میں ان کی آبادی بڑھ کر ۳۰۸۷۷ ہو گئی۔

۱۹۷۲ء میں ان کی تعداد نو لاکھ سات ہزار آٹھ سو اکسٹھ ہو گئی جبکہ ملک کی آبادی سات کروڑ سے کچھ زائد تھی۔ ہم نے جو اعداد و شمار پیش کیے ہیں سرکاری ریکارڈ سے تصدیق شدہ ہیں۔ فرضی نہیں اس لیے آپ بھی ریکارڈ کے ذریعے اپنا دعویٰ ثابت کریں ورنہ اسے بالکل بے بنیاد سمجھا جائے گا۔ اس وقت یعنی ۱۹۸۳ء میں پاکستان کی کل آبادی کا اندازہ نو کروڑ کے قریب ہے۔ اس طرح ۱۹۷۲ء کی آبادی پر تقریباً ۲۸ فی صد اضافہ ہوا۔ اس بنیاد پر اگر عیسائیوں کی آبادی میں تیس فی صد اضافہ شمار کیا جائے تو اس طرح اُن کی آبادی اس وقت زیادہ سے زیادہ بارہ لاکھ ہو گی۔ پس ثابت ہوا کہ مضمون نویس نے اپنے مطالبوں کے لیے جو بنیاد قائم کی وہ قطعاً غیر حقیقی اور کلی طور پر غلط ہے۔ پھر اس پر جو عمارت بنے گی وہ کس طرح صحیح ہو سکتی ہے۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

مندرجہ بالا اعداد و شمار کے لحاظ سے عیسائیوں کا تناسب کل آبادی کا ایک اعشاریہ تینتیس فیصد بنتا ہے بالفاظ دیگر ۱٫۳۳ فی صد ہے۔

جہاں تک پاکستان میں اعلیٰ ملازمتوں کا تعلق ہے اُن کے لیے مقابلے کے امتحان ہوتے ہیں اور چوٹی پر آنے والے اعلیٰ قابلیت کے حامل اُمیدواروں کا کامیاب ہونے پر تقرر کیا جاتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ جو اُمیدوار اعلیٰ درجہ حاصل کرے اُس کو ملازمت میں نہ لیا گیا ہو۔ بلا امتیاز مذہب و ملت انتخاب ہوتا ہے کیا مسٹر کنول بتلائیں گے کہ کوئی عیسائی مقابلے کے امتحان میں اعلیٰ قابلیت کے درجہ میں یعنی میرٹ MERIT کے لحاظ سے کامیاب ہوا ہو اور

اُسکو عیسائی ہونے کی بنا پر نہ لیا گیا ہو۔ ایک بھی مثال ایسی پیش نہیں کی جاسکتی۔ اعلیٰ ملازمتیں بھیک مانگنے سے نہیں ملتیں یا تقسیم نہیں ہوتیں (ملازمت) صرف میرٹ کی بنیاد پر ملتی ہیں۔ ہر کسی کو یہ علم ہے کہ سکولوں کالجوں خصوصاً میڈیکل انجینئرنگ اور ٹریننگ کالجوں میں داخلے کی بنیاد متعلقہ امتحان میں قابلیت کے لحاظ سے حاصل شدہ نمبروں پر ہوتی ہے۔ ہم یہ بات بلاخوف تردید کرسکتے ہیں کہ پاکستان میں مسلمان ہو یا غیر مسلم کسی وزیر کا بیٹا ہو یا غریب کا مطلوبہ نمبروں کے بغیر داخلہ حاصل نہیں کرسکتا۔ یا کھیلوں میں اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہو۔ اس کے خلاف اگر کوئی پرنسپل غلطی کر بیٹھے تو عدالت میں رِٹ کی جاتی ہے۔ کیا کنول فیروز جیسے باخبر کو اس کی خبر نہیں؟ آج تک جو عیسائی امیدوار قابلیت کی فہرست میں آیا اسے فوراً اعلیٰ ملازمت دیدی گئی۔

ہم پھر مسیحی مضمون نگار سے پوچھتے ہیں کہ وہ بتلائے کہ کیا کسی قابل عیسائی طالب علم کو مذہب کی بنیاد پر رد کیا گیا۔ ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح فوج میں بھرتی مقابلہ کے امتحانوں کے ذریعے ہوتی ہے جو عیسائی امیدوار ان امتحانوں میں پورا اترا اُس کو فوراً لے لیا گیا۔ اسی لیے بہت سے لفٹیننٹ، کپتان حتیٰ کہ کرنل، بریگیڈیئر تک عیسائی ہماری فوج میں موجود ہیں۔ یہ کہنا کہ کوئی عیسائی جرنیل نہیں بنایا گیا۔ بالکل بے معنی ہے۔ جرنیل کا عظیم عہدہ بھیک مانگنے سے نہیں ملتا۔ اعلیٰ قابلیت، اہلیت اور تجربہ کی بنا پر جرنیل بنتے ہیں۔ اگر کوئی عیسائی معیار پر پورا نہ اترے تو اُسے جرنیل وغیرہ کس طرح بنایا جاسکتا ہے۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پاکستان کی افواج قاہرہ کا پہلا کمانڈر انچیف ایک عیسائی جرنیل گریسی تھا۔ مختلف سرکاری ملازمتوں میں عیسائی اپنی آبادی کے تناسب یعنی ۱/۲ فی صدی سے زیادہ موجود ہیں۔ مضمون زیر بحث میں آیا ہے کہ دو تین بریگیڈیئر عیسائی بنائے گئے ہیں۔ اب اگر فوج میں کل تین سو بریگیڈیئر ہوں تو عیسائیوں کو تقریباً تین بریگیڈیئر کی آسامیاں مل سکتی ہیں۔ لیکن کیا پاکستانی افواج میں تین تین سو بریگیڈیئر ہیں؟ بالکل نہیں۔ بس بریگیڈیئر اپنی آبادی کے تناسب سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح دوسرے عہدوں کا حال ہے۔

سول حکام میں جیسا کہ پہلے ذکر ہوا مقابلے کے امتحان کے ذریعے آسامیاں پُر ہوتی ہیں اگر کوئی عیسائی ان امتحانوں میں اعلیٰ درجہ حاصل نہ کرے تو یہ حکومت کا قصور نہیں بلکہ یہ تو عیسائیوں کی اپنی عدم قابلیت کی وجہ سے ہے۔

مجھے یاد ہے کہ میں لاہور بورڈ سیکنڈری ایجوکیشن کا (جبکہ بورڈ پنجاب، بلوچستان اور آزاد کشمیر و گلگت پر حاوی تھا) آٹھ سال یعنی ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۵ء تک امتحانوں کے شعبے کا ذمہ دار تھا۔ اس آٹھ سال کے عرصے میں کبھی ایک دفعہ بھی کوئی عیسائی امیدوار میٹرک یا ایف اے کے امتحانوں میں اوّل نمبر پر نہیں آیا۔ اور نو اور سینکڑوں وظیفے حکومت کی طرف سے دیئے جاتے ہیں شاید ہی کسی عیسائی طالبعلم نے کبھی کوئی وظیفہ حاصل کیا ہو۔ کیا پاکستان کا ہر ممتحن عیسائیوں کو فیل کرنے پر تُلا ہوا ہے؟ کیا خود عیسائی ممتحن نہیں ہیں۔ کیا مسیحی اسکول اور کالج نہیں ہیں۔ وہ تو فیس بھی دوسروں سے زیادہ لیتے ہیں۔ پھر ان کے طلبہ اوّل کیوں نہیں آتے۔ ہم کنول فیروز صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ ۳۶ سال کے عرصے میں پاکستان کے میٹرک ایف اے بی اے کے امتحانات میں کتنے مسیحی طالبعلم اوّل آئے ہیں۔ مقابلہ کے امتحانوں کا اندازہ بھی اسی امر سے لگایا جاسکتا ہے۔ یا پھر یہ بتلائیں کہ اوّل درجے کے کھلاڑیوں میں کتنے مسیحی ہیں؟ کیا یہاں ہم نے حد لگا دی ہے؟

میں پنجاب کا پہلا افسر وظائف ۱۹۵۲ء میں مقرر ہوا۔ تقریباً چار سال میں اس عہدے پر فائز رہا۔ تقریباً چار سو وظائف مختلف مدارج پر اس وقت دیئے جاتے تھے۔ بمشکل تمام تقریباً پندرہ کے قریب عیسائی طالبعلم وظیفہ حاصل کرتے تھے۔ اب بھی یہی حال ہے۔ لاہور میں سینٹ انتھونی سب سے بڑا عیسائیوں کا مشہور مدرسہ ہے۔ دو یا تین لڑکے وظیفہ (وہ بھی کبھی کبھار) اس سکول کے حاصل کرتے ہیں۔ اس کے برعکس لاہور کے اکیلے سنٹرل ماڈل ہائی سکول کے بیسیوں طالبعلم جو مسلمان ہوتے ہیں۔ وظیفے کرکامیاب ہوتے ہیں۔ اب اگر عیسائی معیار پر پورے نہ اتریں تو اس کا علاج حکومت کے ہاتھ میں نہیں۔

یاد رکھئے کہ تمام پاکستان میں تمام مدارس، سکول، کالج اور دیگر تعلیمی اداروں کے دروازے عیسائیوں کے لیے کھلے ہیں۔ ان پر داخلے کی کوئی پابندی یا قدغن نہیں۔ حکومت یہی کرسکتی ہے کہ ایسی آسامیاں بہم پہنچائے۔ کیا مسٹر کنول فیروز ایک بھی ایسی مثال پیش

کر سکتے ہیں کہ کسی علمی ادارے میں عیسائی ہونے کی بنا پر کسی کو داخلہ نہ دیا گیا ہو؟ حکومت نے پاکستان کے تمام باشندوں کے لیے بلا تمیز مذہب وملت تمام تعلیمی درسگاہوں کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اب بھی عیسائیوں کے یورپین ٹائپ انگریزی سکول بیسیوں کی تعداد میں چل رہے ہیں ان پر کوئی پابندی عائد نہیں۔ مسلمانوں کے انگریزی میڈیم سکول ان کے مقابلے میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اسے کہتے ہیں تمام شہریوں کو برابر کے حقوق ملنا۔ شرط صرف یہ ہے کہ آنکھوں پر سے تعصب کی پٹی اتار کر دیکھا جائے۔

اس کے بعد مضمون نگار نے موجودہ حکومت کو عیسائیوں کے مدارس کو قومیانے پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ اس طرح حکومت کو ناجائز تنقید کا ہدف بنایا گیا ہے۔ حالانکہ تمام فرقہ وارانہ سکول خواہ وہ عیسائیوں کے تھے یا مسلمانوں کے، بھٹو کی سوشلسٹ حکومت نے سرکاری تحویل میں لیے تھے۔ موجودہ حکومت کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ اب حکومت کو اس سلسلے میں مطعون کرنا اسے بدنام کرنے کے مترادف ہے کسی گرجے کو زیر تصرف نہیں لایا گیا۔ گرجے اسی طرح حسب سابق پادریوں کی تحویل میں ہیں۔

کنول فیروز صاحب کو کیا یہ علم نہیں کہ قومیانے کے وقت کوئی انگلش میڈیم سکول جس کی فیس زیادہ تھی بطور پالیسی قومی تحویل میں نہیں لیا گیا۔ اس سے مسیحی اداروں کو فائدہ پہنچا۔ مگر مضمون نگار الٹا الزام لگا رہا ہے۔ موجودہ حکومت سے ان سکولوں کو دوبارہ عیسائیوں کو دینے کا مطالبہ کرنا بالکل غیر واجب ہے اور حکومت کو اس مطالبے کو قطعاً تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے سخت بے چینی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ اولاً ان قومیائے گئے مدرسوں کے اساتذہ بالکل پسند نہیں کرتے کہ وہ دوبارہ پرائیویٹ مالکوں کے ہتھے چڑھ جائیں اور نہ ہی طلبا اس کو پسند کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے مدرسوں میں معدودے چند کے سوا باقی تمام طلبا مسلمان تھے اور اب بھی ہیں۔ عیسائی طلبا چند ایک ہوتے تھے۔ اکثریت کو چھوٹی سی اقلیت کے رحم وکرم پر چھوڑنا اور انہیں غیر اسلامی نظریات کی روزانہ تلقین کا شکار بننے دینا اصول تعلیم کے خلاف ہے۔

سابقہ حکومت نے ان سب پرائیویٹ سکولوں کو خواہ وہ عیسائیوں کے تھے یا مسلمانوں کے اسی لیے سرکاری قبضہ میں لیا تھا کہ ان میں طلبا کو جو غیر نظریاتی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس سے ان کو نجات دی جائے اور تمام ملک کے مدارس میں ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ مسلمان طلبا کو جو عیسائی سکولوں میں پڑھتے تھے۔ روزانہ بائیبل کا درس دیا جاتا تھا اور ان کو تثلیث اور صلیب کا پرچار کیا جاتا تھا۔ اس ظلم وستم سے بچانے کے لیے سابقہ حکومت کا یہ قدم قانوناً اخلاقاً اور مذہباً بالکل ٹھیک تھا۔ کیونکہ مسلمان طلبا کو جن کی مشن سکولوں میں اکثریت تھی پادریوں کے توسط سے کیا جاتا؟ اس لیے یہ الزام لگانا کہ مشن سکولوں کے گرجے اور جائدادیں قبضے میں کر لی گئیں سراسر بہتان ہے۔

مضمون نگار نے سول ملازمتوں میں عیسائیوں کو نظر انداز کرنے کا رونا رویا ہے اور اس سلسلے میں صرف مسٹر کارنیلیس کا نام گرامی لیا ہے۔ میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ مسٹر کارنیلیس اپنی غیر معمولی قابلیت کی وجہ سے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس بنے۔ ان کے علاوہ ایک اور جج مسٹر اورچی سن عیسائی تھے۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۰ء تک وہ جج رہے۔ اسی طرح سندھ ہائی کورٹ میں دو عیسائی جج مسٹر کونسٹائن اور مسٹر ریمانڈ بہت عرصہ تک کام کرتے رہے۔ حالانکہ ان کی آبادی کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ آدھا جج مقرر ہو سکتا تھا۔

اس سلسلے میں یہ بات میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا بھارت میں جہاں عیسائیوں کی آبادی دو کروڑ سے زیادہ ہے کبھی کوئی عیسائی ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کا چیف جسٹس بنا؟ کیا وہاں کوئی عیسائی کمانڈر انچیف بنایا گیا؟ جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ یہاں وہ کم عیسائیوں کی آبادی جس کا تناسب کل آبادی کا ۱½ فیصد ہے۔ دعوے دار ہے کہ حکومت میں شریک کیا جائے جبکہ دو کروڑ بھارتی عیسائی بھارت ماتا کے وفادار ہیں کوئی شور وشر نہیں کرتے۔ مگر پاکستان کی قلیل اقلیت نے بجائے شکریہ ادا کرنے کے حکومت اور مسلمانوں پر ناجائز نکتہ چینی کرنا اپنا فرض گردان لیا ہے۔ یہ ہے وہ وفاداری ملک کے ساتھ جس پر وہ نازاں ہیں!

اس کے بعد مسیحی مضمون نگار نے ایک اور عجیب واویلا کیا ہے کہ صنعت وحرفت اور تجارت میں عیسائی آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ ان کا کوئی کارخانہ ہے نہ تجارت میں حصہ نہ ان کی کوئی کمپنی ہے

اوّل یہ الزام بے بنیاد ہے۔ بیشتر تجارتی فرموں میں کئی عیسائی بڑے اچھے عہدوں پر کام کر رہے ہیں اور غیر ملکی کمپنیوں کی جو شاخیں ہمارے ملک میں کام کر رہی ہیں، ان میں تو کئی عہدوں پر عیسائی فائز ہیں اور اگر اس میں کچھ صداقت بھی ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ کیا حکومت نے عیسائیوں کو کارخانے لگانے یا تجارتی کمپنیاں بنانے کی حکماً ممانعت کر رکھی ہے یا کسی عیسائی نے کوئی کارخانہ چلایا ہو تو حکومت نے اُسے بند کر دیا ہو۔ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ اگر عیسائی فیکٹریاں نہ بنائیں اور مضمون نگار کو اُن کی دکانیں چلتی نظر نہ آئیں تو کیا یہ قصور حکومتِ پاکستان اور مسلمانوں کا ہے؟ دراصل یہاں بھی اُس نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ پاکستان میں عیسائیوں کی درجنوں فیکٹریاں کام کر رہی ہیں اور وہ کروڑوں روپوں کا بیوپار کر رہے ہیں۔ اس صریحاً غلط بیانی سے پہلے کنول فیروز کو خوب سوچ لینا چاہیے تھا۔

گلیکسو کمپنی عیسائیوں کی ہے۔ اس کی فیکٹریوں کا پاکستان میں جال پھیلا ہوا ہے۔ کروڑوں روپوں کا کاروبار کر رہی ہے۔ مختلف شہروں میں اُس کے نمائندے کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح سیمنیز کمپنی کے جا بجا ورکشاپ قائم کیے گئے ہیں جہاں انجینئرنگ اور بجلی کا سامان بنتا ہے۔ درجنوں مسیحی دوا ساز کمپنیاں پاکستان میں کام کر رہی ہیں اور جا بجا انہوں نے دوا سازی کے کارخانے کھولے ہوئے ہیں۔ حکومت پاکستان نے کشادہ دلی سے ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا اور انہیں لائسنس جاری کیے۔ کیا کنول فیروز اس حقیقت سے انکار کریں گے کہ یہ غیر ملکی کمپنیاں پاکستان کے مسیحی مشنوں کو اسلام کے خلاف کام کرنے کے لیے مستقل مالی امداد مہیا کر رہی ہیں؟ اب عیسائی شکایت کنندہ اس کا جواب یہ دے گا کہ یہ تمام غیر ملکی ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آیا وہ عیسائی ہیں یا نہیں؟ کیا وہ پاکستان میں نہیں رہتے۔ کیا یہاں وہ کروڑوں روپے کا کاروبار نہیں کرتے؟

(۳) سیاسی مسائل کے عنوان سے مضمون نگار نے ایک عجیب و غریب بحث چھیڑی ہے۔ میں نے اس کا بغور مطالعہ کیا، مگر کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی والی شش اس پر صادق آتی ہے۔ پہلے مخلوط انتخابات کی تعریف کی پھر اس میں یہ رخنہ نکالا کہ سیاسی جماعتوں نے عیسائیوں کو ٹکٹ نہ دیا اس لیے انتخابات سے انہیں فائدہ نہ ہوا۔ پھر جداگانہ نمائندگی پر تنقید کی کہ یہ متحدہ قومیت کے منافی ہے۔ حکومت نے عیسائیوں کو اسمبلی میں نمائندگی دینے کے لیے کچھ عیسائیوں کو نامزد کیا تاکہ ان کی کمی پوری کی جائے۔ اس پر یہ اعتراض وارد کیا کہ یہ حکومت کے نمائندے ہو سکتے ہیں عام عیسائیوں کے نمائندے نہیں ہو سکتے۔ آخر میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ طریق انتخاب کے طے شدہ مسئلہ کو چھیڑنے کی بجائے اقلیتوں کے لیے براہِ راست نمائندگی کے لیے کوئی معقول حل تلاش کیا جائے۔ یہ نہیں بتلایا کہ براہِ راست نمائندگی کا طریق کار کیا ہے؟ میرے خیال میں جداگانہ انتخاب کے علاوہ اس مسئلے کا اور کوئی حل نہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ آبادی کے تناسب کے لحاظ سے مسیحیوں کے لیے نشستیں مخصوص کر دے کہ وہ اپنے نمائندوں کا براہِ راست انتخاب کر سکیں۔ سیاسی مسائل کا تذکرہ کر کے پھر شکوہ شکایت مطالبات کی شکل میں شروع کیا جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کرسمس یا بڑے دن کا بطور چھٹی اندراج کیا جائے۔
۲۔ ایسٹر کو قومی تعطیل کا درجہ دیا جائے۔
۳۔ مسیحی طلبا اور طالبات کے لیے مسیحی دینیات یا بائبل کورس، اسلامیات کے بجائے مقرر کیا جائے۔
۴۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، آرٹس کونسلوں اور دیگر ذرائع ابلاغ میں مسیحی عوام کو نمائندگی دی جائے۔
۵۔ عیسائیوں کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اپنے مذہب کی ترویج کا موقع ملنا چاہیے۔

میں شکایت کنندہ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آیا ذیل کے مسیحی ملکوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں مسلمانوں کے قومی تہواروں عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، عید میلادالنبیؐ کی تعطیلات دی جاتی ہیں۔

ملک	مسلمان	تناسب
برطانیہ	دس لاکھ	۱٫۳ فی صد
بلغاریہ	بارہ لاکھ	۱۴ فی صد
امریکہ	بیس لاکھ	۱ فی صد
بلجیم	ڈیڑھ لاکھ	۱٫۵ فی صد
گھانا	بائیس لاکھ ستر ہزار	۲۰ فی صد
فرانس	اُنیس لاکھ اُنیس ہزار	۳٫۵ فی صد
ہالینڈ	دو لاکھ	۱٫۵ فی صد
یونان	دو لاکھ ستر ہزار	۳ فی صد

ان ملکوں میں عیسائیوں کی سب چھٹیاں منائی جاتی ہیں. مگر وہاں باوجودیکہ مسلمانوں کا تناسب آبادی پاکستان کے عیسائیوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے مسلمانوں کو کوئی چھٹی قومی پیمانے پر نہیں دی جاتی. اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ ایسا کریں (کہ مسلمانوں کو ان کے قومی تہواروں کی چھٹی دیں) تو اُن کی اپنی وحدانیت پر زد آتی ہے ان ممالک کے مسلمان چونکہ وفادار شہری ہیں. وہ مطالبہ نہیں کرتے. لیکن اس کے برعکس پاکستان کے مسیحی جانتے ہوئے بھی کہ ہمارا ملک ایک نظریاتی مملکت ہے. ایسے شر انگیز مطالبات کو ہوا دیتے ہیں. بہر حال جہاں تک کرسمس کا تعلق ہے اسے پہلے ہی قومی تعطیل (یعنی ۲۵ دسمبر) قرار دیا جا چکا ہے. اس کے علاوہ عیسائیوں کے لیے مندرجہ ذیل اختیاری چھٹیاں رکھی گئی ہیں. نئے سال کا دن' یکم جنوری. کرسمس کے بعد کا دن' ۲۶ دسمبر. گڈ فرائیڈے یکم اپریل. ایسٹر منڈے' ۳ اپریل. چونکہ جمعہ کو عام تعطیل ہوتی ہے اس لیے اِن گڈ فرائیڈے کے علاوہ اپنے تینوں تہواروں کے لیے تین اختیاری چھٹیاں ملتی ہیں. اب اس کے علاوہ اور کس چیز کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے. یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کو سال بھر میں اپنے تہواروں کے لیے صرف ایک اختیاری چھٹی ملتی ہے اور عیسائیوں کو تین. اس سلسلے میں سرکاری حکم کا متن ملاحظہ ہو.

NO GOVT SERVANT SHALL BE GRANTED MORE THAN ONE OPTIONAL HOLIDAY IN THE CASE OF MUSLIMS ANDTHERE IN THE CASE OF NON MUSLIMS IS A CALENDER YEAR.

ہے کوئی دنیا میں ایسا ملک جو اکثریت کو ایک دینی تہواروں کے لیے ایک (اختیاری) چھٹی دے اور اقلیتوں کو تین چھٹیاں (اختیاری) دے. اس سے بڑھ کر دریا دلی اور رواداری کا اور کون سا ثبوت چاہیے؟

مندرجہ ذیل ممالک میں مسلمان غالب اکثریت میں ہیں مگر وہاں عیسائیوں نے جو اقلیت میں ہیں اپنی حکومت قائم کر رکھی ہے مسلمانوں کے ساتھ باوجود اکثریت میں ہونے کے اقلیتوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے.

ملک	مسلمان آبادی	اکثریت
حبشہ	ایک کروڑ ۳۷ لاکھ	۶۵ فی صد
سیرالیون	۱۷ لاکھ	۶۰ فی صد
لبنان	۱۷ لاکھ	۵۷ فی صد
نائجیریا	دو کروڑ	۷۵ فی صد

یہ مثالیں اس لیے دی گئی ہیں کہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ عیسائی اقلیت میں ہوتے ہوئے بھی اپنے قدم جما کر مسلمان اکثریت کو اُس کے اپنے ملک میں محکوم بنا لیتے ہیں. پاکستان میں بے جا شکوہ شکایت اس خطرناک رجحان کی نشان دہی کرتے ہیں. نائجیریا میں عیسائی صرف ۲۵ فی صد ہیں. مگر یہ چھوٹی سی اقلیت بھی مسلمانوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتی. جب کبھی مسلمان صدر بنا اُس کی جان اجیرن کر دیتے ہیں. حتیٰ کہ اُن کو قتل کر کے عیسائی فوجی خود گدی پر براجمان ہو گئے.

اس کے بعد ذرائع ابلاغ پر مسیحیوں کو اپنا پرچار کرنے کا مطالبہ آتا ہے. یہ مطالبہ سرے سے ہی غیر معقول اور ناقابل قبول ہے مسلمانوں نے لاکھوں جانوں کی قربانی دے کر توحید کا یہ گہوارہ اس لیے قائم نہیں کیا تھا کہ یہاں صلیب و تثلیث کا آوازہ بلند ہو. ویسے پہلے ہی کون سا پلیٹ فارم ایسا رہ گیا ہے جس سے عیسائی اپنی تبلیغ نہیں کرتے. دھڑا دھڑ رسائل اور کتب میں اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف بہتان انگیز اور شر انگیز مواد درج کر کے چھاپا جا رہا ہے. گرجوں اور جلسوں میں دن رات من مانی باتیں کرتے ہیں. حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں کو جس قدر مذہبی آزادی پاکستان میں حاصل ہے دنیا کے کسی ملک میں نہیں ہے بلکہ وہاں تو عیسائیوں کی تبلیغ پر قدغن لگی ہوئی ہے. اس کے باوجود بعض عیسائی غیر معقول اور ناواجب مطالبات پیش کر کے ملک میں بے چینی اور بدامنی پھیلانے کے درپے ہیں.

بھارت میں ۱۹۵۶ء میں عیسائی پادریوں کی سرگرمیوں پر مندرجہ ذیل پابندیاں عائد کی گئیں.

۱. سرحدی صوبوں اور قدیم قبائلی علاقوں میں پادریوں کا داخلہ بند کر دیا گیا.

۲. پادریوں کے لیے نئے مرکز کھولنے سے قبل حکومت کی اجازت لازمی قرار دی گئی.

۳. پیشتر اس کے کہ کوئی غیر ملکی پادری بھارت میں داخل ہو اُس کو ثابت کرنا ہوگا کہ اُس کی جگہ بھارتی پادری لے سکتا ہے یا نہیں.

۴۔ بھارتی قومیت کے نظریہ کے خلاف کوئی گستاخی اور نعالی برداشت نہیں کی جائیگی۔

اب ذرا پاکستان کا مقابلہ کیجئے یہاں ہر قسم کے پادری ملکی یا غیر ملکی بغیر کسی پابندی کے دندناتے پھرتے ہیں اور نظریہ پاکستان کے خلاف مطالبات کا شور مچاتے ہیں۔ بھارت میں دو کروڑ عیسائی ہیں اور یہاں صرف بارہ لاکھ یعنی آٹے میں نمک کے برابر۔

برما میں آزادی کے بعد پادریوں کے تمام سکول بند کر دیے گئے۔ اسرائیل جو عیسائی طاقتوں نے بنایا وہاں بھی پادریوں کے ہسپتال اور سکول بند کر دیے گئے۔ جنوبی افریقہ میں تمام ملکوں کا مذہب رومن کیتھولک ہے وہاں پراٹسٹنٹ پادریوں کو ان کے گرجوں کے باہر اپنے عقائد کا پرچار کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

چین میں پادریوں کے سکول کالج اور یونیورسٹیاں حکومت نے اپنی تحویل میں لے لی ہیں۔ تین سو مشنری ہسپتال اپنے قبضے میں کر لیے ہیں۔ اس لیے کہ پادریوں پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ غیر ملکوں کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے ہیں۔

مصر، ایران، عراق، اردن، شام اور سوڈان میں تمام مشنری ادارے بند کر دیے گئے ہیں اور عیسائیت کی تبلیغ قانوناً ممنوع ہے۔ سعودی عرب اور یمن میں اناجیل کے منادوں کا داخلہ قانوناً بند ہے۔ ترکی میں یہ قانون سختی سے نافذ ہے کہ کوئی ترک بچہ کسی غیر ملکی مدرسے میں تعلیم نہیں حاصل کر سکتا۔ البتہ عیسائی اپنے بچوں کو اپنے سکولوں میں تعلیم دے سکتے ہیں لیکن ان میں بھی تاریخ شہریت اور معاشرتی علوم کو لازماً ترکی زبان میں پڑھانا پڑتا ہے۔

تمام ملائشیا میں پادریوں کو مسلمانوں کو تثلیث کی تبلیغ کرنے سے قانوناً منع کر دیا گیا ہے۔ انڈونیشیا میں ہالینڈ سے آزادی حاصل ہونے کے بعد ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۵ء تک پادریوں نے دھاوا مچایا کہ الاماں۔ عیسائی ممالک سے بے شمار پادری وہاں پہنچ گئے اور عیسائیت کا پرچار شروع کر دیا۔ اس کے خلاف بہت واویلا ہوا۔

ان پادریوں کے خلاف پاکستان کے اخبارات میں خبریں شائع ہوئیں خود سیارہ ڈائجسٹ میں ۱۹۶۳ء میں ایک اپیل شائع ہوئی کہ انڈونیشیا کے مسلمانوں کے لیے تبلیغی لٹریچر روانہ کیا جائے۔ چنانچہ اسلامی مشن لاہور نے سیارہ ڈائجسٹ کی اس اپیل پر لبیک کہتے ہوئے کئی ہزار رسائل اور پمفلٹ چھپوا کر وہاں بھیجے۔ اسی طرح ۱۹۶۶ء میں سیارہ ڈائجسٹ میں نائیجیریا کے مسلمانوں کا پادریوں کی یلغار کے خلاف اسلامی لٹریچر کا مطالبہ شائع ہوا۔ اسلامی مشن نے فوراً وہاں کئی ہزار دینی پمفلٹ روانہ کئے۔

پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جہاں پادریوں پر کوئی پابندی نہیں ہے اور اس آزادی کا ناجائز فائدہ کس طرح اٹھایا جا رہا ہے ذرا ملاحظہ ہو۔

کینیڈا کے رسالہ "پراسپکیٹر" نے ۱۹۵۸ء میں فخر کے ساتھ یہ لکھا کہ پاکستان میں ہمارے تبلیغی کام کو سب سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ہے ۱۹۵۷ء میں آٹھ ہزار مسلمانوں کو باقاعدہ بپتسمہ دے کر عیسائی بنایا گیا:

مضمون کے آخری حصے میں یہ شکوہ کیا گیا ہے۔ اس تکلیف دہ حقیقت کا مخمصہ ضروری ہے۔ پاکستان میں بعض اوقات تبلیغی ادارے اور جماعتیں مسیحیت کے خلاف ایسا دلآزار لٹریچر شائع کرتی ہیں۔ جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ راقم الحروف ایک تبلیغی ادارے کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے مسٹر کنول فیروز کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ ہمارے کسی لیے رسالے یا کتاب یا پمفلٹ سے ثابت کریں کہ ان میں کوئی ایک جملہ یا فقرہ حقیقت سے بعید لکھا گیا ہے میں بانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ اسلامی تبلیغی ادارہ کبھی عیسائیوں کے متعلق لکھنے میں ہرگز پہل نہیں کرتا۔ دراصل انگریزوں کے چلے جانے کے بعد عیسائی خود کو ان کا قائم مقام گردانتے ہیں اور اسلام بانئ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قرآن مجید کے خلاف بے دھڑک بے بنیاد اور گستاخانہ اعتراض کر کے ہمیں بھیجتے ہیں اور اگر ان کو جواب نہ دیا جائے تو بعض مسلمانوں کے گمراہ ہو جانے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے اسلامی مشن نے بیسیوں رسالے اور پمفلٹ عیسائیوں کے اعتراضات کے رد میں لکھے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ ہم نے ابتدا کی یا کوئی سطر حقیقت کے خلاف لکھی تو ہم اس کے قائل ہو جائیں گے۔ لیکن شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں کی تضحیک کرنا شرافت سے گرا ہوا کام ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک اسلامی ملک میں اسلامی حکومت سے یہ بے جا اور بے بنیاد شکایت کیوں کی جا رہی ہیں؟ اس لیے اور محض اس لیے کہ مسلمان تبلیغ بند کر دیں۔ اپنے تبلیغی ادارے بند کر دیں اور غیر مسلم جو رطب و یابس اسلام کے متعلق لکھیں خاموشی

سے ایسے برداشت کرتے رہیں گے۔

اب میں مضمون زیرِ بحث سے چند ایک اقتباسات پیش کرتا ہوں تاکہ اندازہ لگ سکے کہ مضمون نگار کس قدر "صداقت پسند" ہے اور اس کی وفاداری کہاں جاکر منتج ہوتی ہے۔

۱۔ اس وقت ملک بھر میں لیڈی ڈاکٹر، نرسنگ سٹاف اور خاتون اساتذہ میں مسیحی خواتین کی تعداد ۹۶ فی صد تھی جو آج مشکل سے ۵ فی صد رہ گئی ہے۔

۲۔ اقلیتیں بھی دیگر ہم وطنوں کی طرح مصائب و مشکلات کا شکار ہیں۔

۳۔ دو قومی نظریہ کا پرچار ملک و قوم کے استحکام و بقا اور سالمیت کے منافی قرار پاتا ہے۔

۴۔ وہ دیگر ہم وطنوں کی طرح غربت اور افلاس کا شکار ہیں اور اکثر اوقات وہ (عیسائی)، معاشی ناانصافی اور مذہبی تعصب کی صلیب پر لٹکتے رہتے ہیں۔

۵۔ آج تک سوائے جسٹس اے آر کارنیلیس کے کسی مسیحی کو اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے کا موقع نہیں دیا گیا۔

۶۔ ملک کی سب سے بڑی مؤثر اور فعال اقلیت / مسیحی عوام کو ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔

۷۔ ان اداروں کے مسیحی کردار کو مسخ کرکے رکھ دیا گیا ہے سرکاری قبضے میں چلے جانے کے بعد مسیحیوں کو ثقافتی، مذہبی اور معاشی صدمات کا شکار ہونا پڑا۔

۸۔ پھر موجودہ حکومت مسیحیوں کے ساتھ سابقہ حکومت کی اِس "ناانصافی کا اسلام کے نام پر ازالہ کرنے میں کیوں لیت و لعل سے کام لے رہی ہے۔

۹۔ ایسی صورت میں مسیحی عقائد اور مذہب کا مذاق اڑانے کی اجازت مملکت خداداد میں نہیں دی جاسکتی۔

میں ان سطور پر اور بین السطور خفیہ معانی پر تبصرہ کرنے سے احتراز کرتا ہوں۔ انصاف پسند حضرات خود اندازہ لگائیں، اگر ہم کہیں گے تو شکایت ہوگی، کہ آیا یہ اشتعال انگیزی ہے یا نہیں؟ اور کیا کوئی وفادار شہری اس طرح مبالغہ آمیزی سے کام لے کر حکومت کو بدنام کرنے کی جسارت کرسکتا ہے؟

اب یہ ثابت کرنے کے لیے کہ مسیحی پادری کس قدر دلیری اور گستاخی سے دینِ اسلام کو بے جا ہدفِ تنقید بنا رہے ہیں، چند ایک اقتباسات اُن کی اصل تحریروں سے پیش کیے جاتے ہیں تاکہ عوام کو معلوم ہو جائے کہ البادی اظلم کون ہے اور مسلمانوں کو کس طرح گمراہ کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ سیالکوٹ کا ایک پادری اس طرح قرآن کریم کی توہین کرتا ہے۔

"ہمارا خیال ہے کہ حضور کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر کے زمانۂ خلافت ۱۳ھ میں جنگ یمامہ کے بعد اور حضرت عثمان غنی جنگ آرمینائی کے بعد حذیفہ بن الیمان کے دور ۲۵ھ میں جمع قرآن و تدوین قرآن کے مسیحی عقائد کی مخالفت میں ایسی غلط باتیں شامل قرآن کردی ہوں گی جو انجیلی کلام کے پیش کردہ مقدس عقائد کی تردید اور مخالفت کرتی ہیں۔"

آگے چل کر یہ منہ پھٹ پادری یوں لکھتا ہے "اگر شیعہ فرقہ کے اصحاب کو اصلی قرآن کی صحت اور ضخامت پر اعتراض ہو سکتا ہے تو مسیحیوں کو بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ مسیحیوں کے مقدس انجیلی عقاید کے خلاف قرآن میں جو آیات ہیں وہ اصلی نہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک گستاخ اور بزدل پادری نے صدیقی ٹرسٹ کراچی کو گمنام چٹھی لکھی۔ اتنی جرأت بھی نہ کی کہ اپنا نام اور پتہ درج کرتا۔ صدیقی ٹرسٹ نے اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی ہمیں بھیجی۔ یہ ہمارے پاس ہے اس کی نقل کرنے سے احتراز کرتا ہوں، کیونکہ وہ سراسر دشنام طرازی پر مبنی ہے۔ اس سے مسلمانوں میں غیض و غضب پھیلنے اور نقضِ امن کا اندیشہ ہے۔

سیالکوٹ کے رسوائے زمانہ پادری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک اشتہار جس کا عنوان "نفی اوصافِ نبوت و رسالت" ہے، فوٹو اسٹیٹ کروا کر جاری کیا۔ اس میں وہ یوں لکھتا ہے۔

"آنحضرت نہ آئندہ کی خبروں کی نبوت رکھتے تھے نہ معجزات کرسکتے تھے۔ نہ مسلمانوں کی بھلائی اور برائی کا اختیار رکھتے تھے نہ انجیل کی صحیح تعلیم دے سکتے تھے۔ نہ مسلمانوں کے لیے نجات دہندہ تھے نہ مسلمانوں کے لیے وکالت اور شفاعت کا اختیار رکھتے تھے اور نہ جانتے تھے کہ روزِ قیامت و عدالت اُن کے ساتھ کیا ہوگا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوگا کیونکہ حضور غیب کی باتیں اور آئندہ کی خبریں نہیں رکھتے تھے۔" آپ غور فرمائیے اوصافِ نبوت و رسالت کس کا نام ہے۔

اسی اشتہار میں بائبل سے کچھ حوالے دے کر نبوت اور رسالت کی نشانیاں بیان کی ہیں اور اُن کو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کرکے نبوتِ رسالتِ رسول اللہ کی نفی کر دی گئی ہے۔

میں صرف ان تین اقتباسات پر بخوفِ طوالت بس کرتا ہوں ورنہ ہمارے پاس بیسیوں ایسے مضمون پادریوں کی طرف سے آئے ہوئے ہیں جن کے ذریعے اِرادۂ "اسلام" بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور صحیفہ اسلام یعنی کلام اللہ کی تذلیل کی گئی ہے۔ ضرورت پڑنے پر یہ سب کچھ منظرِ عام پر لایا جا سکتا ہے۔

غور کیجئے یہ پادری پاکستان میں کس طرح کھلے بندوں بے باکانہ دینِ اسلام کی توہین کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ غیر ملکی آقاؤں کی شہ پر کر رہے ہیں۔ ورنہ کیا مجال کسی ملک کے سرکاری دین کی اس طرح تذلیل کی جائے۔

آخر میں زیرِ بحث مضمون کی چند ایک غلط بیانیاں جو کہ نہایت گمراہ کن ہیں درج کی جاتی ہیں۔ ان سے مضمون نگار کی نیت کا پتہ چل سکتا ہے۔

۱۔ "اسلام کی طرح مسیحیت بھی ایک تبلیغی مذہب ہے" حالانکہ انجیل متی میں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا "ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور اُن کو حکم دے کر کہا۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا" (متی۔ ۱۰۔ ۵۔ ۸)

۲۔ "صرف مسیحیوں نے قائدِ اعظم کی آواز پر لبیک کہا"۔ بتلایا جائے ہندوستان سے کون کون سے مسیحی لیڈر اور کتنے عیسائی عوام بھارت کو تیاگ کر پاکستان میں آئے؟ یہ کہنا کہ مسیحی لیڈروں نے پاکستان کی حمایت کا یقین قائدِ اعظم کو دلایا بالکل غلط ہے۔ کیا کوئی ریکارڈ اسے ثابت کر سکتا ہے؟ جب پاکستان کا بننا یقینی اور حتمی ہو گیا اس وقت شاید کسی عیسائی لیڈر نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا ہو ورنہ پاکستان کے وجود میں آنے سے قبل ایسا کرنا قطعاً ناممکن تھا۔ کیونکہ جن عیسائی بزرگوں کے نام درج کئے ہیں وہ پنجاب کے عیسائیوں کے نمائندے ضرور تھے۔ ورنہ ہندوستان کے تمام بڑے بڑے عیسائی کانگریس کے ساتھ تھے اور وہ وہیں رہے اور ہیں۔

۳۔ "لیڈی ڈاکٹرز، نرسنگ سٹاف اور خاتون اساتذہ کی تعداد ۹۶ فی صد تھی جو آج کل مشکل سے پانچ فی صد ہے"۔ بالکل غلط ہے اعداد و شمار سے ثابت کیا جائے۔

۴۔ "لیکن وہ مسلمان آبادی کے تناسب سے تقریباً نوے فی صد ہیں" یہ قطعاً بے بنیاد ہے۔ مسلمانوں کی آبادی کا تناسب پہلے ۹۷ فی صد تھا اب پچانوے فی صد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ احمدی (قادیانی) اقلیت قرار دے دیئے گئے۔ ان کی تعداد نکل جانے سے ۹۵ فی صد مسلمان موجود ہیں۔

۵۔ "ایسٹر کا تہوار ایک انٹرنیشنل تہوار ہے" —— یہ بھی درست نہیں کیونکہ سوائے عیسائی ممالک کے کسی اور ملک میں ایسٹر نہیں منایا جاتا۔

۶۔ "سب سے بڑی مؤثر اور فعال اقلیت مسیحی عوام کی ہے" —— یہ بالکل بے بنیاد دعویٰ ہے۔ خواہ مخواہ اہمیت دینے کے لیے بے دلیل دعوے کئے جا رہے ہیں۔

۷۔ "عیسائیوں کی آبادی ستر لاکھ ہے" —— پہلے صفحات پر یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ قطعاً جھوٹ ہے۔ اگر مسٹر کنول فیروز اس دعوے کو ثابت کر دیں تو اسلامی مشن انہیں انعام دینے کو تیار ہے۔

یاد رہے کہ کوئی اسلامی حکومت کسی کافر یعنی غیر مذہب والے کو قرآنی حکم کے مطابق شریکِ سلطنت نہیں بنا سکتی۔ اگر وہ ایسا کرے تو اس کا اسلامی آئین ختم ہو جائے گا۔

قرآن مجید کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ "اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص انہیں دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔" (سورہ مائدہ)

۲۔ "ہرگز نہیں بنایا اللہ نے کفار کو ایمان والوں پر حکم کرنے والا۔" (سورہ نسا آیت ۱۴۱)

۳۔ "اے ایمان والو مت پکڑو میرے اور اپنے دشمن (کفار) کو دوست۔" (سورہ الممتحنہ آیت ۱)

اتنے بے بنیاد دعوے اور غلط بیانیاں کیوں کی جا رہی ہیں؟ حکومت پر الزام کیوں دھرے جا رہے ہیں؟ اور مسلمانوں کو کیوں بدنام کیا جا رہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائی کسی نہ کسی طرح حکومت میں شریک ہونے کی اعلانیہ یا خفیہ تگ و دو کر رہے ہیں اور یہ مضمون اُن کے مذموم عزائم کا آئینہ دار ہے۔